فراقؔ کی ہندوستانی جمالیات

قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی

B-10، سیکنڈ فلور، اوکھلا وہار، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی، موبائل: 9990893596

ہمارے شعرا میں جس کا کلام صحیح معنوں میں ہندوستان کی مٹی سے اٹھنے والی بھینی بھینی خوشبو اور حسن کا گہوارہ بنا وہ اردو کے عہد آفریں شاعر رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھ پوری ہیں۔ فراقؔ کے یہاں جس انداز کی ارضیت، دردمندی اور گداز کی کیفیت پائی جاتی ہے اس کے سبب ان کا رشتہ میرؔ سے بھی قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فراقؔ گرچہ زندگی کی ہر کروٹ اور ہر جہت پر نثار ہو سکتے ہیں، لیکن بشری اور کائناتی حسن میں انھیں ایک خاص الوہی کیفیت اور سرشاری محسوس ہوتی ہے۔ عشق کے دیومالائی قصے، جسمانی لذت اور نسوانی محبت انھیں دیوانہ بنا دیتی ہے۔ ہندوستانی تہذیبی اقدار سے ان کی غیر معمولی وابستگی کا سبب اس خطۂ ارض کے جغرافیائی اور قدرتی ذخائر کا حسن بھی رہا ہے اور فکری، فنی و فلسفیانہ زرخیزی بھی، جو ہمیشہ سے ہمارا نشان امتیاز رہا ہے۔ وہ اپنے شعری مجموعے ''گلبانگ'' کے دیباچے میں ہندوستانیت اور ہندوستانی تہذیب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اس تہذیب کی قدروں کو جاننے سمجھنے اور محسوس کرنے کے لیے یہاں کی لوک کتھائیں، تہوار، رسوم، روزانہ زندگی کی جزئیات، سنگیت، کلا، رقص اور گھریلو صنعتوں میں جو لوچ، نزاکت، نرمی اور سگھڑپن، سہاناپن اور شانتی رس ہے، اس سے آشنائی ضروری ہے۔ اس تہذیب میں بچپن کا تصور، عورت کا تصور اور ان سب چیزوں سے مل کر صدیوں میں ایک مزاج اور کردار کی تخلیق اور تعمیر ہوئی ہے۔''

فراقؔ کا خیال ہے:

''جس مزاج کو ہندوستانی تہذیب نے جنم دیا ہے، جن وجدانی اور جمالیاتی تجربوں اور قدروں کو ہندوستانی کلچر نے قومی کردار کا جز بنا دیا ہے، وہ جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ہندوستانی تہذیب کے یہ عناصر ترکیبی سدا بہار اور سدا سہاگ ہیں۔ اس تہذیب کی ہمارے مسلمان ہم وطنوں نے بھی ہندو بھائیوں کے ساتھ ساتھ ناقابل فراموش خدمتیں انجام دی ہیں۔''

فراقؔ کی رباعیوں کے حوالے سے جمیل جالبی کا یہ خیال بے حد وقیع ہے:

''فراقؔ نے اپنی رباعیوں میں ایک نیا کلچر سمونے کی کوشش کی ہے۔ اس نے ہندو کلچر کی ان شعاعوں کو اپنی رباعیوں میں جگہ دی ہے جو عالمگیر قدروں کی حامل ہیں۔ اس نے قدیم اساطیر کو رباعیوں میں سمو کر شاعری میں اسلامی کلچر کے ساتھ ساتھ ہندو کلچر کو بھی رچایا ہے جہاں اس نے ہندو کلچر کے اوتار، کرشن، رادھا، دیپ مالا، گھنشیام، اسادری، اپسرا، جے مال، آرتی، شیو، گوکل، اگنرتھ اور دوسرے ریت رواج کو اپنی رباعیوں میں جگہ دی ہے، وہاں وہ جذباتی رو میں بھی دوسرے عظیم کلچروں کو نہیں بھولا ہے۔''

فراقؔ کی شعری کائنات میں ہندوستان کی تہذیبی و ثقافتی زندگی کہکشاں کی صورت میں اس کنارے سے اس کنارے تک نور افشانی کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ چند اشعار دیکھیں:

نئی ہوئی پھر رسم پرانی، دیوالی کے دیپ جلے
شام سلونی، رات سہانی، دیوالی کے دیپ جلے
دھرتی کا رس ڈول رہا ہے، دور دور تک کھیتوں میں
لہرائے وہ آنچل دھانی، دیوالی کے دیپ جلے
نردھن گھروالیاں کریں گی آج لکشمی کی پوجا
یہ آنسو بیوہ کی کہانی، دیوالی کے دیپ جلے

یا یہ رباعی:

چوکے کی سہانی آنچ، مکھڑا روشن
ہے گھر کی لکشمی پکاتی بھوجن
دیتے ہیں کرچھلی کے چلنے کا پتہ
سیتا کی رسوئی کے کھنکتے برتن

ہندوستانیت اور ہندوستانی ثقافتی وتمدنی سرمایے کی لازوال روایت سے جس قدر فائدہ فراق نے اٹھایا ہے، سچ یہ ہے کہ اردو کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں اس فراوانی کے ساتھ اخذ واستفادے کی مثالیں نہیں ملتیں۔فراق اپنے مجموعے''شبستاں'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں کہ اردو ادب اور شاعری میں ہندوستانیت اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی جائے جیسے بھبھوتی، کالیداس، بھرتری ہری اور ٹیگور کی شاعری اور پریم چند کے ادب میں ہندوستانیت ہے۔''

فراق نے اپنی طویل نظم ''ہنڈولہ'' میں ہندوستان کی ہمہ جہت تکثیری ثقافت اور تہذیبی میراث کے محافظوں میں جن عظیم ہستیوں سے اپنی خاص عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہے ان میں کالیداس، تان سین، تلسی داس، بھگت کبیر، رضیہ سلطانہ، امیر خسرو، غالب، حالی، اقبال، وارث شاہ اور ٹیگور کے نام خصوصیت کے ساتھ شامل ہیں۔اس نظم میں ہندوستان کا تصور ایک ہنڈولے کی شکل میں کیا گیا ہے جس میں پورے ہندوستان کی تہذیب خوشی سے پینگ کے لطف اٹھا رہی ہے۔ ایسی ہندوستانی ثقافت جس کی تعمیر وترقی اور نشوونما میں تمام قوموں کا مشترک حصہ ہے، فراق خود کہتے ہیں:

سرزمینِ ہند پر اقوامِ عالم کے فراق
قافلے آتے گئے ہندوستاں بنتا گیا

نظم ''دھرتی سنگیت'' میں ہندوستان کی زمین کو خلا کی رقاصہ کہنے سے بھی اس سرزمین کی عظمت وانفرادیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔نظم ''داستان آدم'' بھی وطنیت اور قومیت کے بلیغ تصور سے عبارت ایک پرجوش رزمیہ ہے۔

''روپ'' کی ایک رباعی دیکھیں:

نکھری نکھری نئی جوانی دمِ صبح
آنکھوں میں سکون کی کہانی دمِ صبح
آئی ہیں سہاگنیں اٹھائے ہوئے ہاتھ
تلسی پہ چڑھا رہی ہیں پانی دمِ صبح

فراق کی شاعری کا پورا پس منظر ہندوستان کی مٹی، آب وہوا، روشنی اور خوشبو سے اس طرح آباد ہے کہ یہ خود ایک کائناتِ اصغر بن گیا ہے جہاں سورج چاند اور ستارے بھی ہاتھ باندھے اشارے کے منتظر پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ شعری منظر نامہ ہے جو اردو شاعری سے کہیں زیادہ ہندی شعرا میرا بائی، ودیاپتی اور جے دیو کے ہاں زیادہ تب وتاب کے ساتھ نظر آتا ہے۔

فراق کی تہذیبی ترجیحات کے تذکرے میں ہمارا ذہن اردو زبان اور اس کی صدیوں پرانی تہذیبی وتاریخی روایت پر بھی جاتا ہے جس نے فراق جیسے وسیع النظر اور روشن خیال شاعر کے لیے ایک کشادہ اور نت نئے تصورات وتجربات سے آباد، زرخیز سرزمین فراہم کی۔فراق کی شاعری گویا اس زبان کے تعلق سے تاریخی تسلسل کی ایک کبھی نہ ختم ہونے والی کہانی ہے۔

فراق کو اس بات کا ہمیشہ احساس رہا کہ ہندو مسلم تہذیبی اختلاط کے نتیجے میں ہندوستانی فن تعمیر، ہندوستانی مصوری، ہندوستانی موسیقی اور دوسرے تہذیبی مظاہر میں ایرانی اثرات کے امتزاج سے نئے فنی نمونوں کی تخلیق ہوئی اور تصوف اور بھگتی کے سنجوگ سے ایک نئے فکری نظام کی تشکیل وتعمیر ممکن ہوسکی۔اشتراک واختلاط کے ان جملہ مراحل میں اردو زبان نے کسی نہ کسی طرح ایک اہم کردار ادا کیا ہے اور ان تاریخی وتہذیبی سچائیوں کو تخلیقی ولسانی سطح پر Record کرنے اور ان کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کا فریضہ بھی اسی زبان نے ادا کیا ہے اور یہ اس زبان کی ہندوستان کو بہت بڑی دین ہے۔

فراق کی کوششوں سے اردو زبان میں صدیوں سے پرورش پانے والے عظیم اور لازوال فنی وفکری سرمایۂ علم ودانش کی نہ صرف بنیادیں مستحکم ہوئی ہیں بلکہ اس باکمال فن کار کی جمالیاتی حسیت اور حکمت ودانائی سے معمور تخلیقات کی بدولت مذکورہ اقدار کے تئیں جذبۂ احترام میں بھی اضافہ ہوا ہے۔فراق جس ہندوستانی ثقافت کے انتھک مفسر تھے اس کو محض کسی ایک رنگ، نسل اور ثقافتی تعبیر تک محدود کرکے دیکھنا غلط ہوگا، اس کی بوقلمونی اور ہمہ رنگی ہی اس کی عظمت کی ضامن ہے۔فراق کی بسیط اور فراخ شعری کائنات کے ارتعاشات نظموں اور رباعیوں کے ماسوا ان کی غزلوں میں بھی جابجا بکھرے ہوئے ہیں جن کی وساطت سے ہم ایک ایسی نادیدہ، پُراسرار، ماورائی اور دلکش کائنات میں داخل ہوجاتے ہیں جو ہماری کائنات آب وگل کے مقابلے میں کہیں زیادہ جاذب نظر، متوازن اور دلفریب ہے۔ یہ کائنات جو ایک جاودانی شانِ بہار کی حامل ہوتی ہے اس کی تعمیر شاعر شعری محاکات، لفظیات، تمثیلات اور اصوات وعلائم سے کرتا ہے۔

یہ ایک نقش بند پلاسٹک جہان ہے جہاں انسانی وجود اور زمان کی برگزیدہ روح ایک دوسرے میں پیوست ہوگئی ہے۔فراق کی شاعری خصوصاً غزلوں میں یہ کائنات اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

یہ کائنات اتنی کثیر الابعاد اور زندگی کے اتنے قیامت خیز جلوؤں سے معمور ہے کہ بیک نظر اس کا تماشا مشکل بھی ہے اور دشوار بھی۔ اس کثرتِ نظارہ کی خوبی یہ ہے کہ یہ سب ہی عکس اور پھر ان عکسوں کے عکس شاعر کی جمالیاتی حیثیت میں اس درجہ آمیز ہوگئے ہیں کہ تصور اس کلیت کا احاطہ تو کرسکتا ہے، لیکن مختلف وحدتوں میں ان کا مطالعہ ناممکن ہوجاتا ہے۔ اس کی حیثیت اس شیشے کی ہے جو سورج کی تمام کرنوں کو اپنے اندر جذب کرکے خود ایک چھوٹا سا سورج بن گیا ہے۔ فراقؔ کی شاعری میں اس غیر مرئی کائنات کی نقش گری عموماً ان کی پیش کردہ شعری تمثالوں کی رہین منت ہے۔ اس ضمن میں چند شعر دیکھے جاسکتے ہیں:

آہ وہ مشک بیز زلفِ سیاہ
جس کی ہمسائیگی نہیں ملتی

——

ہوئی ختم صحبتِ مے کشی، یہی داغ سینوں میں لے چلے
کہ طلوع ہونے سے رہ گئے کئی آفتابِ خُم و سبو

——

یہ کہاں سے بزم خیال میں، امنڈ آئیں چہروں کی ندیاں
کوئی مہ چکاں، کوئی خوں فشاں، کوئی زہرہ وش، کوئی شعلہ رو

——

وہ تمام روئے نگار ہے، وہ تمام بوس و کنار ہے
وہ ہے چہرہ، چہرہ جو دیکھئے، وہ جو چومئے تو دہن دہن

——

کفِ پا سے تا سرِ نازنیں کئی آنکھیں کُھلتی جھپکتی ہیں
کہ تمام مسکنِ آہواں، ہے دمِ خُمار ترا بدن

——

دلوں کا سوز ترے روئے بے نقاب کی آنچ
تمام گرمیِ محفل ترے شباب کی آنچ

——

تیرے خرام ناز سے آج وہاں چمن کھلے
فصلیں بہار کی جہاں خاک اڑا کے رہ گئیں

——

سانس کو تازہ دل و جاں کو معطر کرگئیں
اس نظر کی ٹھنڈی اور مہکی ہوئی پرچھائیاں

——

کچھ قفس کی تیلیوں سے چھن رہا ہے نور سا
کچھ فضا، کچھ حسرت پرواز کی باتیں کرو

——

تمام شبنم و گل ہے وہ سر سے تابقدم
رُکے رُکے سے کچھ آنسو رکی رکی سی ہنسی

متنوع حسی پیکروں کے حامل ان شعروں کی باطنی کائنات، زندگی کے جن برق آسا جلوؤں، نیرنگیوں، تھرتھراہٹوں اور جنبشوں سے آباد ہے وہ اپنی گوناگوں کیفیات کے اعتبار سے دیکھنے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کی چیزیں ہیں۔

ان شعری پیکروں کی آفرینش بہ تمام وکمال ایک عظیم مصور کے موئے قلم کا اعجاز معلوم ہوتی ہے۔

اس جمالیاتی کائنات کو وجود کا مرتبہ بخشنے میں کسی بھی شاعر کا سب سے بڑا امتحان ہے۔ یہ وہ کائنات ہے جہاں زلف سیاہ کی مشک بیز خوشبو ہمارے حواس پر چھائی جاتی ہے۔ جہاں خم وسبو کے آفتاب طلوع ہوتے ہیں جن میں لذت نظارگی بھی ہے اور قلب ونظر کے لیے ایک گونہ سرور بھی!

شاعرانہ لطافتوں سے معمور اس سرزمین میں شاعر نے جو بزم خیال سجائی ہے وہ چہروں کی تابانی سے روشن ہوگئی ہے۔ تند وتیز جذبات سے پگھلی ہوئی اس فضا میں نہ صرف روئے نگار ہی بوس وکنار کا متقاضی ہے بلکہ محبوب کا مرئی وجود سرتا سر دہن بن چکا ہے۔ یہ وہ انجمن ہے جہاں رات کے پچھلے پہر چراغ سانس لیتے ہیں۔ سانسوں کی آمد وشد کا یہ منظر قابل دید بھی ہے اور حاصل دید بھی! یہاں عضو عضو پر دہن کی مدہوش کن خوشبوؤں کا راج ہے۔ یہاں فرصت نظارگی عدم طوالت سے شکوہ سنج ہے کہ حسنِ محبوب کو دیکھنے کے باوجود نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں نظر کی پرچھائیوں میں ٹھنڈک بھی ہے اور مہک بھی!

اس جلوہ گہہ ناز میں محبوب کا وجود شبنم وگل میں ڈھل گیا ہے جس پر کبھی 'رُکے رُکے سے آنسو' اور کبھی 'رکی رکی سی ہنسی' کا گمان ہوتا ہے!

فراقؔ کے شعروں سے برآمد شدہ یہ جمالیاتی کائنات جس قدر جاذب نظر اور حیران کن ہے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ فراقؔ کے ہاں پیکر سازی یا صورت گری کا یہ عمل، کسی شاعرانہ صنعت گری کا نتیجہ نہیں۔ اس نوع کی تمثال سازی صرف ایک اعلیٰ درجے کی خالص شاعری (Pure poetry) ہی میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ ایک سیّال حقیقت ہے جو

شعر کے رگ و ریشہ میں گرم خون کی مانند گردش کرتی ہے۔

مذکورہ جمالیاتی کائنات جن حسی تلازمات کی وساطت سے عالم وجود میں آئی ہے ان میں نادرالوجود تشبیہات و استعارات نے خصوصی رول ادا کیا ہے۔

البتہ فراق کی شاعری میں ایسے مرحلے بھی آئے ہیں جہاں ان کی عمیق فراست علامتی تمثال بن کر نمودار ہوئی ہے۔ اس ضمن میں چند اشعار توجہ طلب ہیں:

تھی ایک بوئے پریشاں بھی دل کے صحرا میں
نشانِ پا بھی کسی آہوئے فتن کے ملے

کبھی دادِ شوق نہ دے سکا، مرے دل کو پرتوِ دلبری
کہ لرز گیا ہے یہ آئینہ، جو لپک گئی ہے کوئی کرن

فرق کرنا نور اور ظلمت میں مشکل ہوگیا
اس غزال مست سے پوچھو کوئی دن ہے کہ رات

یوں اترتی جانے والی اے نگاہِ شرمگیں
ڈوب کر دیکھیں اترتا ہے ترا نشتر کہاں

یہاں ایک بار پھر ہم شاعرانہ تخیل کی اسی بہشت میں پہنچ جاتے ہیں جس کی سیر سے دل نہیں بھرتا۔ شاعر کے عرصۂ حواس پر اتھاہ خوشبوؤں کی بارش ہورہی ہے۔ اس انجانی اور پراسرار کائنات جس میں ان خوشبوؤں کا منبع اور سرچشمہ وہ آہوئے خجستہ گام ہے جس کے قدموں کے نشان وادیٔ دل پر ابھر آئے ہیں۔ 'آہوئے ختن' کے وجود سے برآمد ہونے والی یہ لازوال خوشبو شاعر کی زیست کا واحد سہارا ہے۔

شاعر اس آہوئے تیز گام کے تعاقب میں اس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں دن کی سپیدی اور شب کی سیاہی اس کے لیے اپنی معنویت کھو چکی ہے۔ وہ زمان و مکان کی قیود سے ماورا ہو چکا ہے اور اس کی تمام تر جستجو اور شوق کا مرکز و محور صرف ایک ذات ہے جس کی بندگی اس کا شیوہ ہے، یعنی غزالِ مست، جو ابدی زندگی کا ایک پراسرار نقش بن کر ابھرتا ہے۔

اس نوع اور اس انداز کے دوسرے کتنے اشعار ہیں جو شاعر کے تصور جمال کی رفعتوں اور لامحدود امکانات کو نمایاں کرنے کے لیے مزید پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس لیے کہ میرا یقین ہے کہ رنگ و بو کے اتنے دل نواز اور اس درجہ کثیر الابعاد تصوراتی پیکر اردو غزل میں فراق کے علاوہ کسی دوسرے شاعر کے ہاں بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔ فراق کا یہی فقید المثال شعری اسلوب ہے جو ان کی شناخت کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

فراق کی جمالیاتی کائنات میں تموج، شوریدگی، ربودگی اور فشار کے بجائے ہمیں ایک ایسی باوقار زندگی کا سراغ ملتا ہے جو ایک اعلیٰ تر اور عظیم تر شاعری کا سب سے بڑا انعام ہے۔ یہ کائنات اپنی تمام تر خوشبو اور رنگت کے ساتھ ایک نئی صبح و شام کے سانچے میں ڈھل کر لازوال ہوگئی ہے۔

○○

سائنس کے منتخب مضامین

اس کتاب کے مصنف محمد خلیل بنیادی طور پر ایک سائنس داں۔ انھوں نے طویل عرصے تک مرکزی حکومت کے زیر انتظام شائع ہونے والے میگزین ''سائنس کی دنیا'' کی ادارت کی ہے۔ وہ اس بات سے بڑی حد تک واقف ہیں کہ بچوں کے لیے کس طرح کے سائنسی مضامین پیش کریں۔ اس کتاب میں انھوں نے سادہ اور سہل انداز میں بچوں کو سائنس کی باتیں بتائیں ہیں اور انھیں یہ سمجھایا ہے کہ سائنس کوئی مشکل موضوع نہیں ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ان موضوعات کو منتخب کیا ہے جو ہمارے اردگرد بکھرے ہوتے ہیں اور باتوں باتوں میں بچوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ سائنس کی ترقیات نے انسانی زندگی پر بڑا مثبت اثر ڈالا ہے اور انسانی زندگی کے اکثر شعبے سائنس کے اثرات سے خالی نہیں ہے۔ اس کتاب میں شامل بعض مضامین ایسے ہیں جو بچوں کے ساتھ بڑوں کی توجہ بھی اپنی جانب مبذول کریں گے۔

مصنف: محمد خلیل صفحات: ۸۰، قیمت: تیس روپے

ناشر: اردو اکادمی، دہلی